احکامِ رہن

محمد خالد سیف

لفظ رھن کے لغوی معنی لفظِ رہن کے لغوی معنی ثبوت و دوام کے ہیں یعنی ثابت رہنا یا قائم و دائم رہنا، اسی طرح یہ لفظ حبس و لزوم یعنی پابند ہوجانے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے، چنانچہ ان معانی کی توضیح کے لیے درج ذیل مثالوں پر غور فرمائیے۔ عربی زبان میں کہا جاتا ہے مَاءٌ رَاهِنٌ (ٹھہرا ہوا پانی) اور نِعْمَةٌ رَاهِنَةٌ (پائیدار نعمت) قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ [1]

(ہر شخص اعمال کا پابند ہے)

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ:

نَفْسُ الْمُؤْمِنِ مَرْهُوْنَةٌ بِدَيْنِهٖ حَتّٰى يُقْضٰى عَنْهُ [2]

(مومن کی جان اس کے قرض کے باعث بند رہے گی حتّٰی کہ اسے ادا کر دیا جائے)

شرعی معنی اصطلاحِ شریعت میں رہن سے کیا مراد ہے؟ اس کیلئے ہمارے مختلف فقہی مکاتبِ فکر کی بلند پایہ کتب میں اس طرح روشنی ڈالی گئی ہے:

حنفی مکتب فکر "حبس شيئ بحق يمكن استيفاؤه منه، اى جعل عين لها قيمة مالية فى نظر الشرع وثيقة

---

[1] المدثر: ۳۸۔

[2] بحوالہ کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ، ج ۲ ص ۶۳۹۔

بدین یمکن أخذ الدین کله أو بعضه من تلك العین. أو هو عقد وثیقة بمال أی عقد علیٰ أخذ وثیقة بمال، لا بذمة شخص، فامتاز عن الکفالة؛ لأن التوثق بها انما یکون بذمة الکفیل، لا بمال یقبضه الدائن، ومعنی وثیقة" أی متوثق بها، فقد توثق الدین، وصار مضمونا محکما بالعین المرهونة، وکون الوثیقة ذات قیمة مالیة لاخراج العین النجسة والمتنجسة بنجاسة لا یمکن ازالتها، فإنها لا یجوز ان تکون وثیقة للدین[1]

شافعی مکتب فکر جعل عین وثیقة بدین لیستوفی منها عند تعذر وفائه"[2]

حنبلی مکتب فکر " انه المال الذی یجعل وثیقة بالدین لیستوفی من ثمنه ان تعذر استیفاؤه ممن هو علیه[3]

مالکی مکتب فکر " انه شیئ متمول یؤخذ من مالکه، توثقا به فی دین لازم، أو صار الی اللزوم، أی انه تعاقد علیٰ أخذ شیئ من الأموال عینا کالعقار والحیوان والعروض، او منفعة علیٰ ان تکون المنفعة معینة بزمن أو عمل، وعلیٰ ان تحسب من الدین۔ ولا بد من ان یکون الدین لازما کثمن مبیع، او بدل قرض، أو قیمة متلف، أو صائرا إلی اللزوم کأخذ رهن من صانع أو مستعیر، خوفا من إدعاء ضیاع، فیکون

---

[1] اللباب ج ۲ ص ۵۴، الدر المختار ج ۵ ص ۳۳۹، المبسوط ج ۲۱ ص ۶۳

[2] مغنی المحتاج ج ۲ ص ۱۲۱، حاشیہ الشرقاوی علی تحفۃ الطلاب للأنصاری ج ۲ ص ۱۲۲ - ۱۲۴۔

[3] المغنی لابن قدامہ ج ۴ ص ۳۲۶ ۔

الرهن فی القیمة علیٰ ما یلزم له

خلاصۂ تعریفات

ان تعریفات کا مفہوم قریباً قریباً یکساں ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اصطلاحِ شریعت میں رہن سے مراد یہ ہے کہ کسی ایسی شیٔ کو جو شرعاً مالیت رکھتی ہو، حصولِ قرض کے لیے بخته ضمانت بنایا جائے کہ اس شیٔ کے عوض قرض حاصل کرنا ممکن ہو۔ ان تعریفات میں یہ جو لفظ "وثیقہ" استعمال ہوا ہے تو اس سے مراد وہ چیز ہے جس پر وثوق یعنی بھروسا کیا جاسکے یعنی قرض میں جب کوئی چیز رہن رکھی جائے تو وہ قرض قابلِ وثوق ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اس بات کی وضاحت بھی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ رہن کی ان تعریفات میں جو یہ کہا گیا ہے کہ شیٔ مرہونہ شرعاً قیمت رکھنے والی ہو تو اس سے مراد یہ ہے کہ ایسی اشیاء کو بطور رہن نہیں رکھا جاسکتا جو بذاتِ خود نجس ہوں یا ایسی نجاست آلود ہوں کہ انہیں پاک نہ کیا جاسکتا ہو۔

رہن کی شرعی حیثیت

جس طرح خرید و فروخت جائز ہے، اسی طرح رہن بھی شرعی طور پر جائز ہے، چند صورتوں کے سوا، جن کی تفصیل آگے بیان ہوگی، ہر وہ چیز جس کی بیع جائز ہے، اسے رہن رکھنا بھی جائز ہے۔ الغرض رہن کا معاملہ کرنا کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ اور اجماعِ امت سے ثابت ہے، چنانچہ قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ
فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ
وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ [1]

---

[1] البقرة : ۲۸۳

(اور اگر تم سفر پر ہو اور (دستاویز) لکھنے والا نہ مل سکے تو (کوئی چیز) رہن یا قبضہ رکھ کر (قرض لے لو) اور اگر کوئی کسی کو امین سمجھے (یعنی رہن کے بغیر قرض دے دے) تو امانت دار کو چاہیے کہ صاحب امانت کی امانت ادا کر دے اور اللہ سے جو اس کا پروردگار ہے، ڈرے۔

رہن کا معاملہ باتفاق فقہاء حضر اور سفر دونوں حالتوں میں جائز ہے۔ ہاں البتہ امام مجاہد اور ائمہ ظاہریہ صرف سفر میں رہن کے قائل ہیں، حضر میں نہیں[1]۔ مگر سنت سے ثابت ہے کہ حضر و سفر دونوں حالتوں میں مطلقاً رہن کا معاملہ جائز ہے، آیت مذکورہ میں سفر کی قید "تغلیباً" ہے۔

رہن کا ثبوت سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ملتا ہے، چنانچہ اس سلسلہ میں درج ذیل احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں:

(۱) عن عائشة رضی الله عنها اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِشْتَرٰى مِنْ يَهُوْدِيٍّ طَعَامًا وَرَهَنَهٗ دِرْعًا مِنْ حَدِيْدٍ[2]

(حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے کھانا خریدا اور اس کے پاس اپنی لوہے کی زرہ بطور رہن رکھ دی)

(۲) عَنْ اَنَسٍ قَالَ رَهَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِرْعًا عِنْدَ يَهُوْدِيٍّ بِالْمَدِيْنَةِ، وَاَخَذَ مِنْهُ شَعِيْرًا لِاَهْلِهٖ[3]

---

[1] المغنی لابن قدامہ ج ۴ ص ۳۲۷، المہذب ج ۱ ص ۳۰۵، البدائع ج ۶ ص ۱۳۵، بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۲۷۱، القوانین الفقہیہ ص ۳۲۳، الافصاح ج ۱ ص ۲۳۸، کشاف القناع ج ۳ ص ۳۰۷۔

[2] بخاری، مسلم بحوالہ نیل الاوطار ج ۵ ص ۲۳۳۔

[3] احمد، بخاری، نسائی، ابن ماجہ۔

(حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ایک یہودی کے پاس اپنی زرہ کو رہن رکھ دیا تھا کیونکہ آپ نے اس سے اپنے اہل وعیال کے لیے جو (بطور قرض) لیے تھے)

(۳) عن ابی هريرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم أنه كان يقول الظهر يركب بنفقته اذا كان مرهونا، ولبن الدر يشرب بنفقته اذا كان مرهونا، وعلى الذى يركب ويشرب النفقة[1]

(حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب سواری کا جانور رہن رکھا گیا ہو تو اس پر خرچ کے عوض سواری کی جاسکتی ہے، جب دودھ دینے والا جانور رہن رکھا گیا ہو تو اس پر خرچ کے عوض اس کا دودھ پیا جاسکتا ہے۔ یاد رہے خرچہ اسی کے ذمہ ہے جو سواری کرتا اور دودھ پیتا ہے)۔

(۴) عن ابی هريرة رضی الله عنه ان النبی صلی الله عليه وسلم قال لا يغلق الرهن من صاحبه الذى رهنه له غنمه وعليه غرمه[2]

(حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (جب رہن کا مالک فکِ رہن سے عاجز ہو جائے تو مرتہن اس سارے) مالِ مرہون کا مستحق نہیں ہوگا اگر مال مرہون کی قیمت قرض سے بڑھ گئی تو زائد از قرض رقم مالک کی ہوگی اور اگر قرض سے کم رہی تو کمی کے بقدر قرض اس کے ذمہ ہوگا)

---

[1] رواه الجماعة الامسلما و نسائی (نیل الاوطار ج ۵ ص ۲۳۴)

[2] رواه الشافعی والدارقطنی وقال هذا اسناد حسن متصل .

ملحوظہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس یہودی سے رہن کا معاملہ فرمایا اس کا نام ابوالشحم تھا۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر مسلموں سے بھی خرید وفروخت اور لین دین کا معاملہ کرنا جائز ہے۔ یاد رہے امام کائنات فخر موجودات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس صاع (تقریباً ڈھائی من) جو کے عوض اپنی زرہ مبارک یہودی کے پاس رہن رکھ دی تھی اس واقعہ سے آپ کی سیرت طیبہ کے اس پہلو پر بھی خوب خوب روشنی پڑتی ہے کہ آپ زندگی کے دنیوی جاہ وجلال، مال ومنال اور ساز وسامان سے بے تعلق اور بے نیاز تھے، اللہ کے وہ محبوب پیغمبر جن کے نام سے قیصر وکسریٰ کے محلات لرزہ براندام تھے، جنکے قدموں میں مال ومتاع اور زر وجواہرات کے انبار لگے ہوئے تھے وہ اپنی اور اپنے اہل خانہ کی خوراک کی معمولی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے اپنی زرہ مبارک کو گروی رکھنے پر مجبور رہیں، اس کا سبب اس کے سوا اور کچھ نہ تھا آپکے پاس جو مال بھی آتا اسے مسلمانوں میں تقسیم فرما دیتے اور اپنی ذات اقدس کے لیے کبھی کچھ بچا کر نہ رکھتے تھے ؎

قدموں میں زر و جواہر کا انبار لگا ہُوا
اور اپنا حال یہ کہ گھر کا چولہا بجھا ہُوا

آج کے اس دور میں جبکہ ہر طرف نفسانفسی کی کیفیت طاری ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا یہ پہلو خصوصی غور وفکر کا متقاضی ہے۔ خصوصاً ہمارے حضرات علماء کرام کو صوفیائے عظام کو بھی اس طرف توجہ مبذول فرمانا چاہیے جن کی حالت یہ ہے بقول نوابزادہ نصراللہ خان ؎

واعظ کو وظیفے میں اضافے کی تمنا
زاہد کو ہے انعام و مراعات کی خواہش

رہن کے عناصر ترکیبی رہن کے عناصر واجزا یا ارکان چار ہیں:

۱۔ راہن ۔ ۲۔ مرتہن ۔ ۳۔ مرہون اور ۴۔ مرہون بہ۔

راہن سے مراد رہن کرنے والا ہے یعنی جو شئے مرہونہ کا مالک ہے، مرتہن سے مراد قرض دینے والا ہے یعنی جو اپنے قرض کے عوض کوئی شئے بطور رہن اپنے پاس رکھتا

ہے، مرہون یا رہن یا رہن اس چیز یا مال کو کہتے ہیں جسے قرض کی ضمانت کے طور پر رکھا گیا ہو اور مرہون بہ سے مراد قرض ہے۔

رہن کی شرطیں رہن کے درست ہونے کے لیے چند شرطوں کا ہونا بے حد ضروری ہے مثلاً ان میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ راہن اور مرتہن دونوں معاملہ بیع کی اہلیت رکھتے ہوں یعنی وہ دونوں عاقل، بالغ ہوں ان میں سے کوئی بھی جنون یا بچہ نہ ہو کیونکہ جنون یا بچہ کا معاملۂ رہن درست نہ ہوگا۔

ائمہ احناف کے نزدیک ایسے شخص کا کیا ہوا معاملۂ رہن درست ہوگا جس کا معاملۂ بیع درست تسلیم کیا جاتا ہے کیونکہ رہن بھی بیع کی طرح ایک مالی تصرف ہے لہذا راہن و مرتہن کیلیے بھی وہی شرط ہے جو بائع و مشتری کے لیے ہے اور وہ ہے عقل یا تمیز لہٰذا مجنون یا غیر ممیز یا بے عقل بچے کا معاملۂ رہن جائز نہ ہوگا۔ رہن کے لیے بلوغت شرط نہیں ہے، چنانچہ ایسے بچے کا معاملہ رہن جائز ہے جسے تجارت کرنے کی اجازت دے دی گئی ہو کیونکہ رہن بھی تجارت ہی کے متعلقات میں سے ہے[1]

مالکیہ کہتے ہیں کہ رہن کی شرائط چار قسم کی ہیں:
ایک قسم کا تعلق فریقین معاملہ یعنی راہن اور مرتہن سے ہے، اور ایک قسم مالِ مرہونہ سے تعلق رکھتی ہے، ایک اور قسم کی شرط وہ ہے جو مرہون بہ (یعنی مال قرض) سے متعلق ہے اور ایک قسم کو نفس معاملہ سے تعلق ہے۔"

"پہلی قسم کی شرط یہ ہے کہ ایسے شخص کا کیا ہوا معاملۂ رہن درست ہوگا جس کا کیا ہوا معاملۂ بیع درست مانا جاتا ہے۔ رہن کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ رہن کرنے

---

[1] البدائع ج ۶ ص ۱۳۵، بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۱۶۸، حاشیہ الشرقاوی ج ۲ ص ۱۲۳، کشاف القناع ج ۳ ص ۳۰۹، الشرح الکبیر للدردیر ج ۳ ص ۲۶۴، ۲۷، ۲۹۔

والا صاحبِ تمیز و شعور ہو لہٰذا مجنون زدہ اور نابالغ لڑکا جسے شعور نہ ہو یا بے عقل انسان ہو تو ایسے لوگوں کا کیا ہوا معاملۂ رہن صحیح نہیں ہے۔ صاحبِ شعور نابالغ یا بے عقل وغیرہ کا رہن رکھنا تو صحیح ہوگا لیکن اس پر عمل درآمد نہیں ہو سکتا، جب تک اس کا ولی (یا سرپرست) اجازت نہ دے۔"

"انعقاد معاملۂ رہن، بیع یا قرض کی صورت میں یہ شرط ہے کہ یوں کہا جائے کہ میں یہ چیز آپ کے ہاتھ اس قیمت پر فروخت کرتا ہوں، قیمت آپ اتنے عرصہ میں ادا کر دیں، اس کے عوض میں فلاں چیز اپنے پاس رہن رکھتا ہوں۔ یا یوں کہا جائے کہ میں اس قدر رقم آپ کو اتنے عرصہ کے لیے قرض دیتا ہوں اور اس کے لیے فلاں چیز رہن رکھتا ہوں۔"

دوسری قسم کی شرط جس کا تعلق مالِ مرہونہ سے ہے، یہ ہے کہ وہی شئی رہن رکھی جا سکتی ہے، جس کو فروخت کیا جا سکتا ہو لہٰذا نجس چیز مثلاً مردار جانور کی کھال کو رہن نہیں رکھا جا سکتا خواہ کھال مدبوغ (رنگی ہوئی) ہو اور نہ خنزیر یا کتے کو رہن رکھا جا سکتا ہے کیونکہ ان کی خرید و فروخت جائز نہیں ہے، شراب کا بھی یہی حکم ہے۔

تیسری قسم کی شرط جس کا تعلق قرض سے ہے کہ وہ قرض فوری طور پر یا ناگزیر طور پر لاگو ہو لہٰذا کسی کام کی اجرت کے لیے کچھ رہن رکھنا درست ہے، چنانچہ اگر یوں کہا کہ تم ایک سو کی اجرت میں میرا یہ مکان تعمیر کر دو، تو یہ درست ہوگا کہ اس کام کے معاوضہ کے لیے کوئی چیز رہن رکھ دی جائے۔ اس صورت میں وہ ایک سو کی رقم پہلے ہی واجب الادا نہیں ہے لیکن انجام کار اس کا ادا کرنا ناگزیر ہے۔

صحتِ رہن کی چوتھی شرط جس کا تعلق عقد معاملہ سے ہے، وہ یہ ہے کہ رہن میں کوئی شرط ایسی نہ ہو جو تقاضائے رہن کے منافی ہو، مثلاً رہن کا معاملہ اس امر کا متقاضی ہے کہ شئی مرہونہ، رہن کرنے والے سے لے لی جائے، اگر قرض کی ادائیگی نہ ہو تو اس شئی کو فروخت کر کے رقم وصول کر لی جائے۔ اب اگر راہن نے بوقتِ رہن یہ شرط لگا دی کہ اس شئی کو مرتہن نہیں لے گا یا وصولی قرض کے لیے اسے فروخت نہیں کیا جائے گا تو یہ شرط تقاضائے رہن یا مقاصدِ

رہن کے منافی ہے لہذا یہ رہن باطل ہو جائے گا۔

احناف کے نزدیک صحتِ رہن کے شرائط

احناف کے نزدیک صحتِ رہن کے شرائط کی تین اقسام ہیں:

۱۔ منعقد ہونے کی شرط۔

۲۔ صحیح ہونے کی شرط۔

۳۔ شرط لزوم (یعنی لاگو ہونے کی شرط)۔

پہلی قسم یعنی انعقادِ رہن کی شرط یہ ہے کہ رہن رکھی گئی چیز مال ہو۔ اس مال کی کتب فقہ میں تفصیل اس طرح بیان کی گئی ہے کہ:

"ان یکون مالاً متقوماً، معلوماً، مقدور التسلیم مقبوضاً، محازاً، فارغاً عما لیس بمرهون، منفصلاً، متمیزاً عنه، عقاراً کان أو منقولاً، مثلیاً کان أو قیمیاً"[۱]

اور جس چیز کے لیے رہن رکھا گیا ہو وہ قابل کفالت ہو، ایسی اشیاء جن کا شمار مال میں نہیں ہوتا ان کی مثال مردار یا خون وغیرہ ایسی تمام اشیاء ہیں جن کو شرعاً مال نہیں مانا جاتا۔ ایسی کسی شئی کو رہن رکھنا درست نہیں ہے اور ناقابلِ کفالت کی مثال امانت و ودلیت کی اشیاء ہیں یعنی اگر کسی شخص کے پاس کوئی چیز بطور امانت ہے تو اسے رہن رکھنا درست نہیں ہے۔ اگر کسی نے ایسا کیا تو رہن باطل ہوگا۔

دوسری طرح کی شرط جو رہن کے صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے، اس کی تین قسمیں ہیں۔ پہلی قسم کا تعلق نفسِ معاملہ سے ہے، اس میں دو امور لازمی ہیں۔

(۱)۔ رہن کسی ایسی شرط پر منحصر نہ ہو جو تقاضائے رہن کے منافی ہو۔

(۲)۔ اس کے لیے کسی وقت کا تعین نہ ہو۔

---

[۱] البدائع ج ۶ ص ۱۳۵ - ۱۴۰، الدر المختار ج ۵ ص ۳۴۰، ۳۴۸، ۳۵۱، تکملۃ الفتح ج ۸ ص ۱۹۳، ۲۰۸، اللباب ج ۲ ص ۵۴ - ۵۷۔

دوسری قسم شئ مرہونہ سے تعلق رکھتی ہے، اس میں درج ذیل امور کا لحاظ کرنا از بس ضروری ہے۔

۱۔ مرہون چیز مشترک نہ ہو، مشترک چیز کو بطور رہن رکھنا درست نہیں، خواہ وہ قابل تقسیم ہو یا ناقابل تقسیم اور وہ رہن کسی اجنبی نے کیا ہو یا شرکاء میں سے کسی نے۔

۲۔ مرہون چیز مرتہن کے قبضہ قدرت میں ہو لہٰذا محض پھل کا بغیر درخت کے اور کھیتی کا بغیر زمین کے رہن رکھنا جائز نہیں ہے۔

۳۔ مرہونہ چیز پر راہن کے حق میں کوئی دوسرا شریک نہ ہو لہٰذا کسی درخت کو اس طرح رہن کرنا کہ پھل راہن کا ہوگا درست نہیں نیز ایسے مکان کو رہن کرنا بھی صحیح نہیں جس میں راہن کا سامان موجود ہو، اور سامان نکالنے سے قبل مکان مرتہن کے سپرد کر دیا گیا ہو۔

۴۔ مرہون چیز ناپاک نہ ہو مثلاً شراب کو بطور رہن رکھنا روا نہیں ہے۔

۵۔ مرہون چیز کوئی ایسی شئ نہ ہو جس کا کوئی مالک ہی نہیں ہوتا مثلاً ہری بھری گھاس جو چرنے کے لیے چھوڑی ہوئی ہو یا شکار کے جانور جن کے شکار کا اذن عام ہو، ایسی اشیاء کو بطور رہن رکھنا جائز نہیں ہے۔

تیسری قسم کی شرط وہ ہے جس کا تعلق معاملہ کے لاگو ہونے سے ہے اور وہ یہ ہے مرہون چیز پر مرتہن کا قبضہ ہو جائے، اگر رہن کی بات چیت شرائط انعقاد رہن کے ساتھ طے ہوگی تو رہن درست ہو گیا لیکن یہ معاملہ لاگو اس وقت ہوگا جب مرہون چیز پر قبضہ ہو جائے۔

شافعیہ کے نزدیک شرائط رہن کی اقسام

شافعیہ کے نزدیک شرائط رہن کی حسب ذیل دو اقسام ہیں:

۱۔ پہلی قسم کی شرط کا تعلق رہن کے لازم ہونے سے ہے اور شرط مال مرہون پر قبضہ کرنا ہے مثلاً اگر کوئی مکان رہن رکھا گیا اور مرتہن نے ابھی تک اس پر قبضہ نہیں کیا تو رہن لاگو نہ ہوگا لہٰذا راہن اگر رہن سے منکر ہو جائے تو درست ہے۔

۲ ۔ دوسری قسم کی شرائط کا تعلق صحتِ رہن سے ہے، ان شرائط کی آگے مزید کئی اقسام ہیں مثلاً

(۱) پہلی قسم کا تعلق عقدِ رہن سے ہے، اس کے لیے یہ شرط ہے کہ رہن کا معاملہ کرتے ہوئے کوئی ایسی شرط عائد نہ کی جائے جو ادائے قرض کے اصول کے منافی ہے۔ ورنہ رہن باطل ہو جائے گا۔

(۲) دوسری تقسیم کا تعلق فریقینِ معاملہ یعنی راہن اور مرتہن سے ہے اور وہ شرط یہ ہے کہ فریقین معاملہ میں سے ہر ایک عاقل و بالغ ہو اور معاملہ کے لیے نااہل قرار نہ دے دیا گیا ہو۔

تیسری قسم کی شرط کا تعلق مالِ مرہون سے ہے اور اس میں درجِ ذیل امور کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے:

۱ ۔ راہن اس مال کے رہن کرنے کا مختار ہو۔ بایں طور کہ وہ مال محروم التصرف شخص کا ہو اور اسے اس کے ولی یا وصی کی حیثیت سے رہن کا اختیار ہو۔

۲ ۔ شیٔ مرہون کوئی ایسی چیز ہو جو، مکان میں رہنے سہنے یا اسی نوعیت کے اور فوائد کو جو مال شمار نہیں ہوتے، بطور رہن رکھنا صحیح نہیں ہے۔

۳ ۔ مال مرہون کوئی ایسی چیز نہ ہو جو جلد خراب ہو جانے والی ہو جبکہ قرض دیر یا ہو، ہاں البتہ اگر اس شرط پر اتفاق ہو گیا ہو کہ مال مرہون کو خراب ہونے سے پہلے پہلے فروخت کر دیا جائے ہو تو رہن درست ہو گا۔

۴ ۔ مال مرہون پاک ہو، نجس اور ناپاک چیز کا رہن رکھنا درست نہیں ہے۔

۵ ۔ مال مرہون کار آمد ہو خواہ اس سے نفع مستقبل میں حاصل ہو مثلاً چھوٹا سا جانور بھی بطور رہن رکھنا درست ہے کیونکہ اس سے مستقبل میں فائدہ اٹھانا ممکن ہے۔

چوتھی قسم کی شرط کا تعلق مرہون بہ یا سببِ رہن سے ہے (یعنی جس کی خاطر مال رہن میں رکھنا پڑا) اس درجِ ذیل امور کو ملحوظِ خاطر رکھنا ضروری ہے:

۱ ۔ رہن قرض کے عوض رکھا جائے، قرض نہ ہو تو رہن بھی درست نہیں ہے۔

۲ ۔ قرض کا وجود ثابت ہو، وجودِ قرض سے پہلے رہن رکھنا صحیح نہیں ہے ۔

۳ ۔ وہ قرض یا تو اس وقت قرض ہو یا انجام کار وہ قرض بننے والا ہو لہٰذا مدتِ خیار کے دوران مال کے دام کے عوض کوئی چیز رہن رکھنا درست نہیں ہے ۔

۴ ۔ رہن رکھنے کے لیے قرض کی بابت یہ جاننا ضروری ہے کہ وہ کیا چیز ہے کس قدر ہے اور کیسی ہے ، اگر یہ باتیں معلوم نہ ہوں تو اس قرض کے لیے رہن رکھنا جائز نہیں ہے ۔

حنابلہ کے نزدیک شرائط رہن

حنابلہ کے نزدیک شرائط رہن دو طرح کی ہیں : (۱) شرائطِ لزوم اور (۲) شرائطِ صحت ۔ پہلی قسم شرائطِ لزوم میں سے یہ ہے کہ مال مرہون پر قبضہ ہو ، مرتہن کا قبضہ ہونے سے پہلے رہن لازم نہ ہوگا اور راہن کو اختیار ہوگا کہ اپنی چیز میں جس طرح چاہے تصرف کرے ۔ اگر وہ چاہے تو اسے کسی اور کے پاس رہن بھی رکھ سکتا ہے ، ایسی صورت میں پہلا معاملہ رہن باطل ہوگا ۔

وہ شرائط جو رہن کے لاگو ہونے کی ہیں ان کی چار قسمیں ہیں :

۱ ۔ جس کا تعلق نفس معاملہ سے ہے ۔

۲ ۔ جس کا تعلق فریقین معاملہ یعنی راہن مرتہن سے ہے ۔

۳ ۔ جس کا تعلق مال رہن سے ہے اور

۴ ۔ جس کا تعلق اس قرضے سے ہے ، جس کے لیے رہن رکھا گیا ہے ۔ ان تمام شرائط کے تفصیلی احوال معلوم کرنے کے لیے کتب فقہ کی طرف مراجعت کی جائے ۔

مالِ مرہون سے فائدہ اٹھانا

منفعتِ رہن کو معطل قرار دینا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ تضییع مال ہے لہٰذا دورانِ رہن اس سے فائدہ اُٹھانا تو واجب ہے مگر سوال یہ ہے کہ اس سے مستفید کون ہو ، راہن یا مرتہن ؟

لہٰذا انتفاعِ راہن و مرتہن کے سلسلہ میں ضروری تفصیل درجِ ذیل ہے :

انتفاعِ راهن

انتفاعِ راہن کے سلسلہ میں فقہاء کی دو رائے ہیں۔ایک رائے جمہور کی ہے جو عدمِ جواز کے قائل ہیں جب کہ دوسری رائے شافعیہ کی ہے جو جواز کے قائل ہیں بشرطیکہ رہن کو نقصان نہ پہنچے[1] چنانچہ اس سلسلہ میں فقہاءِ امت کے تفصیلی ارشادات کا بیان حسبِ ذیل ہے :

احناف کی رائے

مرتہن کی اجازت کے بغیر راہن کے لیے مالِ مرہون سے کسی نوعیت کا فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے، اسی طرح راہن کی اجازت کے بغیر مرتہن بھی مالِ مرہون سے فائدہ اُٹھانے کا مجاز نہیں ہے۔ پہلی صورت کے لیے احناف کی دلیل یہ ہے کہ مرتہن کو علی سبیل الدوام یہ حق حاصل ہے کہ وہ مالِ مرہون کو روک رکھے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اسے لوٹا یا نہیں جاسکتا لہٰذا اس صورت میں راہن نے اگر مرتہن کی اجازت کے بغیر کوئی فائدہ اٹھایا مثلاً مرہونہ جانور کا دودھ پی لیا، یا مرہونہ درخت کا پھل کھا لیا تو اسے اس فائدہ کی قیمت ادا کرنا ہوگی اور جب راہن، مرتہن کی اجازت کے بغیر مالِ مرہون کو اپنے استعمال کے لیے واپس لوٹا کر اس سے فائدہ اُٹھائے۔شلاً مرہون جانور پر سواری کرے، مرہون کپڑوں کو زیبِ تن کرے، مرہون گھر میں سکونت اختیار کرے، مرہون زمین میں کاشت کرے وغیرہ وغیرہ تو اس صورت میں وہ رہن کو غصب کرنے والا قرار پائے گا لہٰذا اس سے مالِ مرہون کو لے کر مرتہن کو دے دیا جائے گا[2]

---

[1] الافصاح ج ا ص ۲۳۸ ۔

[2] المغنی لابن قدامہ ج ۴ ص ۳۹۰، کشاف القناع ج ۳ ص ۳۲۳ ۔

حنابلہ کی رائے

حنابلہ کی رائے بھی اس مسئلہ میں حنفیہ ہی کی طرح ہے کہ راہن کے لیے مرتہن کی رضایا اجازت کے بغیر مال مرہون سے نفع اٹھانا جائز نہیں ہے اور جب راہن و مرتہن انتفاع پر متفق نہ ہوسکیں تو پھر گھر وغیرہ کے مال مرہون ہونے کی صورت میں گھر کو بند کر دیا جائے گا حتیٰ کہ فکِ رہن ہوجائے، اس نقطۂ نظر کی بنیاد دراصل اس تصوّر پر ہے کہ مال مرہون کے تمام منافع بھی اصل ہی کی طرح رہن ہوتے ہیں۔ حنفیہ کے پیشِ نظر بھی بالکل یہی اصول ہے۔

اصلاح رہن

حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس امر کی ممانعت نہیں ہے کہ بوقت ضرورت وحاجت مالِ مرہون کی اصلاح کی جاسکتی ہے، اسے کوئی خرابی لاحق ہورہی ہو تو اسے دور کیا جاسکتا ہے، اس کا علاج معالجہ کیا جاسکتا ہے مثلاً مرہونہ مؤنث جانور گائے بھینس وغیرہ مذکر جانور کی ضرورت محسوس کرے تو اس کی اس ضرورت کو پورا کیا جاسکتا ہے [1]

مالکیہ کی رائے

سابقہ دونوں مکاتبِ فکر کی نسبت مالکیہ کا موقف اس مسئلہ میں زیادہ سخت ہے چنانچہ ان کے نزدیک راہن کے لیے یہ بالکل جائز نہیں کہ وہ رہن سے کوئی نفع اُٹھائے نیز انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ مرتہن اگر راہن کو نفع اٹھانے کی اجازت دے دے تو اس سے رہن کا یہ سارا معاملہ ہی باطل ہوجائے گا خواہ وہ نفع نہ بھی اُٹھائے کیونکہ نفع اٹھانے کی اجازت دینے کے معنی اپنے حق سے دستبرداری کے ہوں گے [2]

---

[1] المغنی لابن قدامہ ج ۴ ص ۳۹۰، کشاف القناع ج ۳ ص ۳۲۳

[2] الشرح الکبیر مع الدسوقی ج ۳ ص ۲۴۱۔

شافعیہ کی رائے

جیسا کہ قبل ازیں ہم نے اشارہ کیا ہے، اس مسئلہ میں شافعیہ کی رائے جمہور کے خلاف ہے۔ ان کے نزدیک راہن کے لیے ہر طرح کا نفع اُٹھانا جائز ہے بشرطیکہ مالِ مرہون میں کوئی نقص یا کمی نہ آئے، ان کی دلیل حسبِ ذیل احادیث ہیں:

الرهن مركوب ومحلوب [1]

(رہن کے جانور پر سواری کی جا سکتی ہے نیز اس کا دودھ پیا جا سکتا ہے)۔

الظهر يركب بنفقته اذا كان مرهونًا [2]

(رہن کے جانور پر خرچ کے عوض سواری کی جا سکتی ہے۔

جب مرہون زمین میں تعمیر کرنے یا کاشت کرنے سے رہن کی قیمت میں کمی آئے تو پھر مرتہن کے حقوق کا خیال کرتے ہوئے، اس کی اجازت کے بغیر راہن کے لیے انتفاع جائز نہ ہو گا۔ مرتہن کو یہ بھی اختیار حاصل ہے کہ وہ راہن کے تصرف سے قبل اجازت منسوخ بھی کر سکتا ہے۔

مرتہن کا رہن سے فائدہ اٹھانا

جمہور کی رائے یہ ہے ــــ ہاں البتہ حنابلہ کی یہ رائے نہیں ــــ کہ مرتہن کے لیے رہن سے کوئی بھی فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے۔ محلوب اور مرکوب سے انتفاع کے سلسلہ میں جو احادیث مروی ہیں، انہیں انہوں نے اس پر محمول کیا ہے کہ جانور پر خرچ کئے جانے والے چارہ وغیرہ کی قیمت کے بقدر اس سے فائدہ اٹھانا جائز ہے اور ظاہر ہے کہ جب راہن، رہن پر خرچ نہ کرے گا تو مرتہن کو خرچ کرنا پڑے گا لہٰذا وہ چارہ وغیرہ کے خرچ کے بقدر

---

[1] سنن الدارقطنی، مستدرک حاکم

[2] صحیح البخاری۔

فائدہ بھی اٹھا سکتا ہے۔ حنابلہ مرتہن کو رہن سے فائدہ اٹھانا صرف اس صورت میں جائز قرار دیتے ہیں جب رہن جانور کی صورت میں ہو تو پھر وہ چارہ اور دیگر اخراجات کے عوض وہ دودھ اور سواری کے لیے سے استعمال ہے[1] چنانچہ اس سلسلہ مذاہب کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ حنفیہ کی رائے یہ ہے کہ مرتہن مالِ مرہون سے کوئی نفع نہیں اٹھا سکتا، نہ جانور پر سواری کر سکتا ہے، نہ مکان میں رہائش کر سکتا ہے، نہ لباس پہن سکتا ہے اور نہ کتاب کو پڑھ سکتا ہے ہاں البتہ اگر راہن اجازت دے دے تو پھر وہ مال مرہون سے نفع اٹھا سکتا ہے کیونکہ مرتہن کو مال مرہون روک رکھنے کا تو حق حاصل ہے نفع اٹھانے کا اختیار نہیں ہے، اگر مرتہن نفع اٹھائے اور دوران استعمال مرہون چیز ہلاک ہو جائے تو مرتہن کو اس کی ساری قیمت ادا کرنا ہوگی کیونکہ بلا اجازت استعمال کرنے کی صورت میں وہ غاصب ہے۔

جب راہن، مرتہن کو انتفاعِ مرہون کی اجازت دے دے تو پھر بعض حنفیہ کے نزدیک انتفاع مطلقاً جائز ہوگا اور بعض نے اجازت کے باوجود بھی انتفاع کو مطلقاً ممنوع قرار دیا ہے کیونکہ یہ ربا (سود) ہے یا اس میں کم از کم ربا کا شبہہ ضرور پایا جاتا ہے اور اذن و رضامندی سے سود یا شبہہ سود حلال نہیں ہوتا اور بعض دیگر فقہاء حنفیہ نے اس مسئلہ میں یہ تفصیل بیان کی ہے کہ اگر بوقتِ عقد انتفاع کی شرط لگائی تو پھر مال مرہون سے انتفاع حرام ہوگا کیونکہ یہ سود ہے اور اگر بوقتِ عقد ایسی کوئی شرط نہ لگائی تو پھر جائز ہوگا کیونکہ اس صورت میں یہ تبرع ہے۔

اس مسئلہ میں یہ تفصیل ہی دراصل روحِ شریعت کے تقاضوں کے عین مطابق ہے، پھر احتیاط بھی اسی میں ہے اور دین میں احتیاط کے پہلو کو ملحوظ خاطر رکھنا بھی امر واجب ہے اور احناف کے ہاں یہ قاعدہ بھی مسلم ہے کہ ہر وہ قرض جو جلب منفعت کا ذریعہ بنے خواہ مشروط طور پر یا معروف طور پر وہ ربا (سود) ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابن نجیم

---

[1] بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۲۷۳۔

نے "الاشباہ والنظائر" میں صاف صاف لکھا ہے کہ مرتہن کے لیے انتفاع مرہون مکروہ تحریمی ہے۔ "فتاویٰ تاتارخانیہ" میں بھی اسی سے ملتا جلتا حکم بیان کیا گیا ہے[1]

۲۔ اس سلسلہ میں فقہائے مالکیہ کی رائے یہ ہے کہ جب راہن، مرتہن کو انتفاع کی اجازت دے دے یا مرتہن منفعت کی باقاعدہ شرط لگائے تو پھر انتفاع جائز ہوگا بشرطیکہ دین بیع یا شبہہ کی صورت میں ہو اور مدت کا باقاعدہ تعین کر لیا گیا ہو تاکہ وہ جہالت باقی نہ رہے جس کی وجہ سے اجارہ فاسد ہو جاتا ہے کیونکہ یہ دراصل ایسی صورت ہے جس میں بیع اور اجارہ یکجا ہیں اور ان دونوں کا یکجا ہونا جائز ہے ہاں البتہ یہ جائز نہیں کہ مرتہن حالتِ قرض میں نفع اٹھائے جبکہ اس نے منفعت کی بوقتِ عقد شرط نہ لگائی ہو کیونکہ اس صورت میں یہ تبرع یا صحیح اور آسان الفاظ میں مقروض کی طرف سے ہدیہ ہوگا اور مقروض کے ہدیہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے[2] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا قرض فلا یأخذ ھدیۃ۔

جب قرض دے تو پھر کوئی ہدیہ نہ لے

تاریخ بخاری بحوالہ نیل الاوطار ج ۵ ص ۲۳۱۔

۳۔ شافعیہ کی رائے بھی مختصر طور پر یوں سمجھئے کہ مالکیہ کی رائے ہی کی طرح ہے اور وہ یہ کہ مرتہن کے لیے مالِ مرہون سے نفع اٹھانا جائز نہیں ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

---

[1] نیز ملاحظہ فرمائیے الدرالمختار و ردالمحتار ج ۵ ص ۳۴۲، البدائع ج ۶ ص ۱۴۶، تبیین الحقائق ج ۶ ص ۶۷، الھدایۃ مع تکملۃ الفتح ج ۸ ص ۲۰۱

[2] تفصیل کے لیے کتبِ فقہ مالکیہ ملاحظہ فرمائیے مثلاً الشرح الکبیر للدردیر والدسوقی ج ۳ ص ۲۴۶، بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۲۷۳، القوانین الفقہیۃ ص ۳۲۴،

"لا يغلق الرهن من صاحبه، الذی رهنه، له غنمه وعليه غرمه"[له]

(جب رہن کا مالک فکِ رہن سے عاجز ہو جائے تو مرتہن اس سارے مال مرہون کا مستحق نہیں ہوگا اگر مال مرہون کی قیمت قرض سے بڑھ گئی تو زائد از قرض رقم مالک کی ہو گی اور اگر قرض سے کم رہی تو کمی کے بقدر قرض اسکے ذمہ ہوگا)

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ غنم سے مراد نفع اور زیادتی ہے اور غرم سے مراد ہلاکت و نقصان ہے اور اس میں قطعاً کوئی شک نہیں کہ تمام وجوہِ انتفاع کا تعلق غنم سے ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی بھی یہی رائے ہے۔

اگر مرتہن بوقت عقد قرض کوئی ایسی شرط عائد کر دے جس سے راہن کو نقصان پہنچتا ہو تو وہ شرط باطل ہو گی کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ:

"كل شرط ليس فی كتاب الله تعالٰى، فهو باطل"

(ہر وہ شرط جو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں نہیں ہے، وہ باطل ہے)

ہاں البتہ جب منفعت متعین و معلوم ہو اور رہن مشروط ہو تو اس صورت میں مرتہن کے لیے منفعت کی شرط لگانا جائز ہو گا کیونکہ یہ تو بیع و اجارہ کے جمع کی صورت ہے اور بیع و اجارہ یکجا جائز ہے۔ اس کی مثال اس طرح ہے جیسے کوئی شخص کسی دوسرے سے یہ طے کرے کہ میں نے اپنا یہ گھوڑا تجھے ایک ہزار روپے میں بیچا اس شرط پر کہ تو مجھے اپنا گھر

له یہ حدیث صحیح ابن حبان، سنن الدارقطنی، مستدرک الحاکم، سنن بیہقی، سنن ابن ماجہ کے علاوہ اور بھی کئی کتب حدیث میں موجود ہے، امام ابوداؤد، بزار، دارقطنی اور یحییٰ بن سعید القطان فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے سنن الدارقطنی اور السنن الکبریٰ للبیہقی میں یہ روایت متعدد طرق سے مروی ہے مگر یہ تمام طرق و اسانید ضعیف ہیں۔ حافظ ابن عبدالبر اور محدث عبدالحق نے اس کے موصول ہونے کو صحیح قرار دیا ہے۔ حافظ ابن حزم نے المحلی میں اسے اپنی سند سے بیان کیا اور لکھا ہے کہ یہ سند حسن ہے تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے تلخیص الجیسرح ص ،

ایک سال کے لیے رہن میں دے دے اور ایک سال تک اس گھر کی منفعت میرے لیے ہوگی تو اس صورت میں گھر کا کچھ حصہ تو بیع ہوگا اور کچھ انتفاعِ گھر کے مقابلہ میں اجارہ ہوگا [1]

۴ ۔ حنابلہ کی اس مسئلہ میں رائے یہ ہے کہ مال مرہون اگر حیوان نہیں بلکہ گھر یا کوئی سامان وغیرہ ہے تو پھر مرتہن کے لیے راہن کی اجازت کے بغیر مالِ مرہون سے انتفاع کسی حال میں بھی جائز نہیں کیونکہ مال مرہون کے فوائد و منافع راہن کی ملکیت ہوتے ہیں لہٰذا اس کی اجازت بغیر کسی کے لیے ان سے مستفید ہونا جائز نہیں ہے ۔ اگر راہن مرتہن کو معاوضہ کے بغیر انتفاع کی اجازت دے دے اور دینِ رہن قرض ہو تو پھر انتفاع جائز نہ ہوگا کیونکہ اس صورت میں قرض موجب جلبِ منفعت ہوگا اور یہ حرام ہے ۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ میں گھروں کے قرض کو مکروہ سمجھتا ہوں کیونکہ یہ خالص سود ہے یعنی جب گھر قرض میں رہن رکھا ہو تو مرتہن کے لیے اس سے نفع اٹھانا جائز نہیں ہے ۔

اگر رہن ثمن مبیع ، اجرتِ مکان یا دینِ غیر قرض ہو اور راہن انتفاع کی اجازت دیدے تو پھر مالِ مرہون سے نفع اٹھانا جائز ہوگا ۔

حنابلہ کے مذہب کا خلاصہ یہ ہے کہ انتفاع اگر عوض میں ہو تو پھر قرض وغیرہ میں جائز ہے اور اگر بغیر عوض کے ہو تو پھر قرض میں جائز نہیں ہے اور اگر مرتہن ، راہن کی اجازت کے بغیر نفع اٹھائے ، تو وہ جس قدر نفع اٹھائے گا اسے قرض سے منہا کر لیا جائے گا ۔

حیوان اگر دودھ والا یا سواری والا جانور ہو تو مرتہن کے لیے اس سے فائدہ اٹھانا جائز ہے اور وہ اس طرح کہ وہ خرچ کے بقدر دودھ کا استعمال کر سکتا ہے ، اس پر سواری کر سکتا ہے ، البتہ خرچ میں بھی اسے عدل و انصاف سے خرچ کے بقدر فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے ۔ اس سلسلہ میں حنابلہ کی دلیل حسبِ ذیل حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"الظهر يركب بنفقته اذا كان مرهونا ، ولبن الدر يشرب

---

[1] حاشیۃ البجیرمی علی الخطیب ج ۳ ص ۶۱ ، الافصاح لابن ہبیرہ ج ۱ ص ۲۳۸ ، مغنی المحتاج ج ۲ ص ۱۲۱ ۔

بنفقته اذا كان مرهونا، وعلى الذى يركب ويشرب النفقة [1]

(مرہون اگر سواری کا جانور ہو تو خرچ کے عوض اس پر سواری کی جا سکتی ہے، دودھ کا جانور اگر مرہون ہو تو خرچ کے عوض اس کا دودھ پیا جا سکتا ہے اور جانور کا خرچ اس شخص کے ذمہ ہوگا جو سواری کرتا یا اس کا دودھ استعمال کرتا ہے)۔

ہاں البتہ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے "اعلام الموقعین" میں لکھا ہے کہ شریعت نے اگرچہ بدلین میں مساوات کا حکم دیا ہے مگر ہمارے لیے یہ بے حد مشکل ہے کہ ہم سواری اور خرچ یا دودھ اور خرچ میں موازنہ کر سکیں مگر جمہور نے اس حدیث کے مطابق عمل ہی نہیں کیا کیونکہ بقول جمہور اصول اور آثار صحیحہ اس حدیث کے مخالف ہیں اور پھر اس کے منسوخ ہونے پر درج ذیل حدیث دلالت کناں ہے:

"لا تحلب ماشية امرئ بغير اذنه [2]"

(کسی شخص کے جانور کو اس کی اجازت کے بغیر نہ دوہا جائے۔)

نیز حدیث "لا يغلق الرهن" الخ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ حدیث منسوخ ہے فقہاء و ائمہ حنابلہ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اصل تو سنت ہے لہٰذا اصول سنت کو کیسے رد کر سکتے ہیں اور پھر حدیث ناسخ عام ہے جبکہ حدیث رہن خاص ہے لہٰذا خاص سے اس کی تقیید ہوگی۔

حنابلہ نے یہ جو استثناء قرار دیا ہے یہ درست ہے کیونکہ مذکورہ بالا حدیث

---

[1] صحیح البخاری، سنن ابن ماجہ، سنن ابی داؤد۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے، امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔ یہ حدیث مستدرک حاکم اور سنن دارقطنی کے علاوہ دیگر کئی کتب حدیث میں بھی موجود ہے۔

[2] صحیح البخاری، الواب المظالم بروایت ابن عمر (سبل السلام ج ۳ ص ۵۱)

جو انہوں نے پیش کی ہے، صحیح ہے، اس کے علاوہ باقی راجح قول وہی ہے، جس پر اتفاقِ مذاہب ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ خود ائمہ حنابلہ نے یہ کہا ہے کہ اگر رہن میں یہ شرط لگا دی گئی کہ مرتہن اس سے نفع اٹھا سکے گا تو وہ شرط فاسد ہوگی یہ بیع و اجارہ کی صورت ہے جیسا کہ فقہاء شافعیہ نے کہا ہے [1]

رھن کے منافع

رہن کے حفاظت کی اجرت اور مالک کی طرف لوٹائے جانے کا خرچہ وغیرہ مالک کے ذمہ ہوگا، مال رہن کے منافع کا مستحق راہن ہے، نشوونما، اضافہ اور زیادتی وغیرہ بھی رہن ہی میں شامل ہے اور وہ بھی اصل ہی کے ساتھ رہن شمار ہوگی مثلاً جانور کا بچہ، اون، دودھ یا درخت کا پھل وغیرہ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے " له غنمه وعليه غرمه "

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ان مذکورہ بالا اشیاء میں سے کوئی چیز بھی داخل رہن نہ ہوگی جبکہ امام مالکؒ کا قول یہ ہے کہ صرف جانور کا بچہ یا کھجور وغیرہ کا پھل تو داخلِ رہن ہوگا، باقی اشیاء رہن میں داخل نہ ہوں گی۔

جب راہن غائب ہو یا وہ خرچ نہ کرتا ہو اور مرتہن حاکم وقت سے اجازت لے کر رہن پر خرچ کرے تو اس کا یہ خرچ بھی راہن کے ذمہ قرض شمار ہوگا۔

رہن امانت ہے

رہن کی مرتہن کے ہاتھ میں حیثیت امانت کی ہے لہٰذا ضیاع یا نقصان کی صورت میں امام احمدؒ اور شافعیؒ کے نزدیک وہ صرف اسی صورت میں ضامن ہوگا جب خود اس نے کوئی زیادتی کی ہو۔

رہن ادائے قرض تک

ابن منذر فرماتے ہیں جہاں تک مجھے یاد ہے، تمام اہل علم کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جب

---

[1] المغنی ج ۴ ص ۳۸۵، کشاف القناع ج ۳ ص ۳۴۲۔

کوئی شخص مال کے عوض کوئی چیز رہن رکھے اور پھر اپنے قرض کے کچھ حصے کو ادا کر کے رہن کے کچھ حصے کو واپس لینا چاہے تو یہ جائز نہیں تا آنکہ وہ سارا قرض ادا نہ کر دے یا معاف نہ کرالے۔

مالِ مرہون پر قبضہ

اسلام سے قبل زمانۂ جاہلیت میں عربوں کے ہاں یہ رواج تھا کہ راہن جب ادائے قرض سے عاجز و قاصر ہو جاتا تو مال مرہون اس کی ملکیت سے خارج قرار دے کر مرتہن اس پر اپنا قبضہ اور تسلط جما لیتا تھا مگر اسلام نے اس رواج کو باطل قرار دے کر اس سے منع فرما دیا۔

اب صورت یہ ہے کہ جب مدت پوری ہو جائے تو راہن کے لیے یہ لازم ہوگا کہ وہ ایفائے عہد کرتے ہوئے اپنے قرض کو ادا کرے، اگر وہ قرض ادا نہ کرے اور مرتہن کو مالِ مرہون کے بیچنے کی بھی اجازت نہ دے تو حاکم و قاضی اسے مجبور کرے گا کہ وہ قرض ادا کرے یا رہن کو بیچ دینے کی اجازت دے، چنانچہ اگر رہن کو فروخت کر دیا گیا اور قرض سے اس کی قیمت بڑھ گئی تو زائد از قرض جو رقم ہوگی وہ اس کے مالک کو لوٹا دی جائے گی اور اگر اس کی قیمت قرض سے کم وصول ہوئی تو کم رقم کے بقدر قرض اس کے ذمہ باقی رہے گا۔ جیسا کہ حدیث معاویہ بن عبداللہ بن جعفر سے ثابت ہے کہ ایک شخص نے مدینہ میں ایک مدت مقررہ تک اپنا گھر ایک شخص کے پاس رہن رکھا، جب مدت گزر گئی (اور وہ شخص قرض ادا نہ کر سکا) تو مرتہن نے کہا کہ یہ گھر تو اب میرا ہو گیا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا یغلق الرھن من صاحبہ الذی رھنہ، لہ غنمہ وعلیہ غرمہ۔

(جب رہن کا مالک فک رہن سے عاجز ہو جائے تو مرتہن اس سارے مال مرہون کا مستحق نہیں ہوگا، اگر مال مرہون کی قیمت قرض سے بڑھ گئی تو زائد از قرض رقم مالک کی ہوگی اور اگر قرض سے کم رہی تو کمی کے بقدر قرض اس کے ذمہ ہوگا)

مدت پوری ہونے پر بیع رہن کی شرط

اگر یہ شرط لگائی گئی کہ جب مدت پوری ہو گئی تو مال مرہون کو فروخت کر دیا جائے گا۔

تو یہ شرط جائز ہے اور مدت مقررہ پر مرتہن کو بیع رہن کا حق حاصل ہوگا مگر امام شافعیؒ اس شرط کے خلاف ہیں اور وہ ایسی شرط کو باطل قرار دیتے ہیں ۔

بطلان رھن

جب مرتہن کے اختیار اور اجازت سے مالِ مرہون ، راہن کے پاس واپس آجائے تو اس سے رہن باطل ہوجاتا ہے ۔

مصادر و مآخذ

۱ ۔ قرآن مجید

۲ ۔ صحیح بخاری

۳ ۔ صحیح مسلم

۴ ۔ سنن ابی داؤد

۵ ۔ سنن نسائی

۶ ۔ سنن ابن ماجہ

۷ ۔ السنن الکبریٰ للبیہقی

۸ ۔ صحیح ابن حبان

۹ ۔ مستدرک حاکم

۱۰ ۔ نیل الاوطار

۱۱ ۔ سبل السلام

۱۲ ۔ کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ۔ جزیری

۱۳ ۔ المغنی لابن قدامہ

۱۴ ۔ اللباب

۱۵۔ الدر المختار
۱۶۔ المبسوط، سرخسیؒ
۱۷۔ مغنی المحتاج
۱۸۔ حاشیۃ الشرقاوی علی تحفۃ الطلاب للانصاری۔
۱۹۔ الشرح الصغیر
۲۰۔ الشرح الکبیر، للدردیر
۲۱۔ المہذب
۲۲۔ بدائع الصنائع۔ کاسانی
۲۳۔ بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد، ابن رشد
۲۴۔ الافصاح لابن ہبیرہ
۲۵۔ کشاف القناع
۲۶۔ کتاب الام، امام شافعیؒ
۲۷۔ تکملۃ الفتح
۲۸۔ تکملۃ الحقائق
۲۹۔ الہدایۃ مع تکملۃ الفتح
۳۰۔ التلخیص الجبیر، ابن حجر
۳۱۔ المحلی، ابن حزم
۳۲۔ تاریخ بخاری
۳۳۔ حاشیۃ البجیرمی علی الخطیب
۳۴۔ الاشباہ والنظائر، ابن نجیم
۳۵۔ القوانین الفقہیۃ۔
۳۶۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ، ڈاکٹر ابو وہبہ زحیلی۔
۳۷۔ فقہ السنۃ۔ سید سابق